

۵۔ خواتین سادہ لباس میں نیک اپ اور خوشبو کے بغیر حاضر ہوں۔

اس طرح شرعی حدود کا لحاظ دیا جائے گا اور پردے کا مناسب انتظام بھی ہو جائے گا۔

اب ذیل میں وہ احادیث ملاحظہ ہوں۔ جن میں ہمارے موقف کی تائید بڑی وضاحت کے ساتھ نظر آتی ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔ (رقم الحدیث ۸۹۱)

صحیح مسلم کی ہی ایک اور روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔ (رقم الحدیث ۹۰۰)

صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔ (صحیح بخاری، جلد اول، ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع - کراچی ۱۳۱۵ھ)

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بندہ کو مسجدوں میں آنے سے مت روکو، تاہم انہیں چاہیے کہ وہ بغیر خوشبو کے آئیں۔ (حافظ نور الدین بن علی بن ابی بکر البیہقی (متوفی ۸۵۵ھ) کشف الاستار جلد اول ص ۲۲۲)

## حلیم۔۔ اللہ کا صفاتی نام یا ایک طعام؟

سوال: بعض لوگ محرم میں ایک خاص پکوان پکاتے ہیں۔ جسے کھجوا یا حلیم کہتے ہیں۔ حلیم تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ پھر یہ پکوان کا نام کیوں؟ (خبرین اقبال، کراچی)

جواب: بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے بیشمار صفاتی اسماء میں ایک اسم حلیم بھی ہے۔ اور وہ بھی اسی طرح کھدس، عظمت، بزرگی اور برکت کا حامل ہے۔ جس طرح اس کے دیگر اسماء۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ لوگوں نے اپنے ایک طعام کا نام اس اسم صفت پر رکھا ہوا ہے۔ جو کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

ہاں بیٹے! اگر اچھا آدمی مرے تو وہ جنت میں جاتا ہے

پھر تو مر جانا اچھی ہی بات ہے

اور کیا

قبر میں آدمی مر گھل جاتا ہے؟

ہاں مر گھل جاتا ہے۔

تو پھر جنت میں کیا چیز جائے گی؟

یہ جسم تو فقط لباس ہے۔ آدمی کی روح یہ لباس چھوڑ کر دوسرا لباس پہن لیتی ہے اور جنت میں چلی جاتی ہے۔

میری یہ بات شاید پوری طرح اس کی سمجھ میں نہ آسکی مگر وہ خاموش ہو گیا اور سوچنے لگا۔ یہ گفتگو اس وقت ہوئی جب مرحوم ابھی میڈ اسپتال میں تھیں۔

ماں کے انتقال کے بعد لوگوں کو روتا ہوا دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ یہ لوگ رو کیوں رہے ہیں؟ میں نے متوازن لہجے میں انگ لے جا کر بتایا کہ تمہاری باپنی (مرحوم کو ان کی ساری اولاد اور ان کے سب بچے والے باپنی کہا کرتے تھے) کا انتقال ہو گیا ہے۔ لوگ خواہ مخواہ رو رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ ذرا رویا۔ میں نے اسے سمجھایا تو وہ ایک منٹ خاموش ہو گیا۔ اور مجھ سے ایک دلخراش سوال کیا کہ پھر اب میری ماں کون بنے گا؟ میں نے کہا میں تمہارا باپ بھی ہوں اور ماں بھی۔ اس کے علاوہ تمہاری تو بہت سی مائیں ہیں۔ تمہاری سب بہنیں بھی تو تمہاری مائیں ہی ہیں۔ اس کے بعد وہ مطمئن ہو گیا۔ اور اپنے عام مشاغل میں لگ گیا تو جلدی دیر کے بعد بہت سی عورتیں اور مرد جمع ہو گئے تو اس نے کہا۔

یہ لوگ رو کیوں رہے ہیں؟ باپنی کو قحطی تکلیف تھی۔ اس سے نہات مل گئی۔ اس سڑی لمبی دنیا سے وہ چلی گئیں۔ اب وہ بہت اچھی دنیا میں جا کر رہیں گی اس میں رونے کی کیا بات ہے؟

اس کے بالکل عین الفاظ تھے جو میں نے نقل کیے ہیں۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس بچے کے اندر کسی ایسے فلسفی مومن کی روح بول رہی ہے وہ کھانا کھا کر سو گیا۔ صبح وہ خوش و خرم دوسرے بچوں کے ساتھ کھیتا رہا۔ دن کے سوا بارہ بجے جنازہ اٹھنے لگا تو اس نے کہا کہ میں بھی ساتھ چلوں گا کیونکہ میں نے آج تک کوئی قبر نہیں دیکھی ہے۔ وہ جنازے کے ساتھ ساتھ قبرستان تک گیا۔ سب کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی۔ دفن تک وہ ادھر ادھر مختلف قبروں کو دیکھتا رہا۔ سب مٹی ڈال چکے تو وہ بھی آیا اور اپنے چھوٹے جسم پر مٹی ڈالی۔ پھر اپنے نازک ہاتھوں سے پتھروں کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر چادر گھل رکھی



اور ہم سب کے ساتھ بڑا کھینچا گھر واپس آ گیا۔

مید کے دوسرے یا تیسرے دن وہ باصرار میرے ساتھ اپنی باجی کی قبر پر پھول چڑھانے گیا کچھ اور لوگ بھی تھے۔ اس وقت اس مصوم بچے نے مجھ سے پوچھا۔

اب اس قبر میں باجی پڑی ہوں گی؟

وہ یہاں کہاں؟ وہ تو جنت میں چلی گئیں۔

تو پھر اس میں کوئی چیز نہیں؟

قبر میں اب کیا رکھا ہے؟ اس کے بعد اس نے ایک عجیب سوال کیا

جب آدمی کو مرنا ہی ہے تو وہ پیدا کیوں ہوتا ہے؟

اللہ میاں اس لیے پیدا کرتے ہیں کہ دیکھیں آدمی اچھے کام کرتا ہے یا برے اگر اچھے کام کرے تو مرنے کے بعد جنت میں جاتا ہے اور برے کام کرے تو جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے یہ قبر تو صرف ایک دروازہ ہے اس دروازے سے اچھے لوگ جنت میں جاتے اور برے جہنم میں پہنچ جاتے ہیں۔

غرض مجھ پر بھی عجیب نزول سکینہ تھا اور میرے فرزند پر تو اس سے بھی زیادہ نزول سکینہ آج تک ہے۔ اور میرے خیال میں صوفی صاحب کے خواب کی یہی تعبیر ہے۔

نتیجہ

اس داستان خواب کو بیان کرنے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ نہ خوابوں پر زیادہ اعتماد کرنا چاہیے اور نہ خوابوں کی تعبیر پر۔ نہ ہر خواب کی تعبیر ضروری ہے اور نہ ہر تعبیر کا درست ہونا لازمی ہے۔ خواب اور اس کی تعبیر بالکل بے حقیقت چیز بھی نہیں لیکن اس پر زیادہ اعتماد کرنے سے بہت سی ذہنی اور علمی کمزوریاں پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ خواب و خیال کی دنیا میں جتنا زیادہ اشتہاک ہوگا۔ اتنا ہی دنیائے بیداری کے کارخانے میں غلاء پیدا ہو جائے گا۔ بلاشبہ دنیا امیدوں پر قائم ہے۔ لیکن سوہوم تو فطرت میں کھو جاتا بھی صحیح نہیں۔

تقریباً یہی حال کشوف کا بھی ہے۔ کشف وغیرہ پر بھی زیادہ اعتماد درست نہیں بعض اوقات تو خود صاحب کشف کشف کا مطلب نہیں سمجھتا اور بعض اوقات اس میں ایسا ابہام سا ہوتا ہے کہ اس میں کئی پہلو لپکتے ہیں۔ اور سننے والا اس سے جو مطلب اخذ کرتا ہے وہ غلط ثابت ہوتا ہے۔

یہ ہے وہ سب جو مرحوم کی موت مجھے دی گئی ہے۔ میں اسے اپنے تصور کو عام کرنے کی غرض سے شائع کر رہا ہوں۔ کوئی یوسف وقت ہو یا جن سیریں جیسا تعبیر خواب کا ملکہ رکھتا ہو تو بے شک اس کے

تعبیروں پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ خوابوں یا اس کی سرسری تعبیروں پر بیداری کی زندگی کا دار و مدار نہیں رکھنا چاہیے۔

### قابلِ حلفی نقصان

مرحوم کی وفات سے میرا جو قابلِ حلفی نقصان ہوا وہ علمی و ادبی نقصان ہے۔ اس سلسلے میں ایک لطیف سن لکھنے۔ ایک بار مرحوم ڈاکٹر عبدالحکیم نے مجھ سے کہا: بعض الفاظ ہم لوگوں کی زبان پر ایسے بھی جاری ہیں جن کے صحیح مفہوم سے ہم لوگ آشنا نہیں۔ بتائیے ہم "طلوہ ماٹو" "یولا کرتے" ہیں۔ ماٹو سے کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا اکل بتاؤں گا۔ دوسرے دن انہیں بتایا کہ طلوع کے ساتھ جو بڑے بڑے پراخے ہوتے ہیں۔ انہیں "ماٹو" کہتے ہیں۔ پوچھا۔ یہ کس لغت میں دیکھا ہے؟ میں نے کہا۔ "زوج اللغات" میں۔ پوچھا۔ کونسا لغت ہے؟ میں نے کہا یہ صرف میرے پاس ہے یہ کوئی کتاب نہیں بلکہ میری زوجہ محترمہ ہے۔ جس محاورے، روزمرہ، ضرب الامثال، کہاوت، الفاظ، تہکیر، تہنیت وغیرہ کا مجھے علم نہیں ہوتا یا مجھے شک رہتا ہے اسے میں اسی زوج اللغات سے دریافت کر لیتا ہوں۔ اور دو زبان میں میری استانی دہی ہیں۔ مرحوم خلیفہ صاحب نے اس پر ایک فرمائشی توجہ لگایا، اس کے بعد بھی انہوں نے کئی موقعوں پر مجھ سے بعض باتیں دریافت کیں۔ مرحوم کی کتاب "تقریباً" پر ایک اخبار (ہماری زبان کراچی) نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اس میں خلیفہ صاحب نے "عار" کو مذکور لکھا ہے حالانکہ یہ مؤلف ہے۔ خلیفہ صاحب نے ہم لوگوں سے دریافت کیا۔ مولانا رئیس احمد جعفری نے کہا کہ عار مذکور ہے۔ میں نے کہا میرے کان اس کی تائید سے آشنا ہیں۔ مزید تصدیق زوج اللغات سے کی جائے گی۔ دوسرے دن "زوج اللغات" نے میری رائے کی تائید کی اور اتفاق سے اسی دن "جامع اللغات" سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی۔

میں جب کپور تھلے (مشرقی پنجاب) میں تھا تو جناب خواجه حسن نقاشی نے میرے پاس ایک کتاب بھیجی کہ اس کتاب کی تصحیح کر کے اس کی زبان کو سہل بنا دیا جائے۔ اس میں بڑا مفاد پچاسوں محاورات، ضرب الامثال اور کہاوتیں ایسی تھیں جن سے میں بالکل ناواقف تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ دو چار مقامات کے سوا سارے مقامات مرحوم ہی نے حل کیے تھے۔ ایک بار مولانا قسنا عیادی نے مجھے اپنی ایک غزل سنائی جس میں ایک مصرعہ یوں تھا

سایہ پڑا پڑھ جب جو سر ہو گیا

میں نے عرض کیا کہ مضمون کے متعلق تو کچھ عرض کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ لیکن ایک لفظ



نادان دل کو مرگ کا اب تک یقین نہیں علامہ جعفر شاہ ندوی پھلواہری  
مکھلتا ہے۔ چڑا چڑا گھنٹ نہیں۔ کہنے لگے تم کوئی سند نہیں ہو۔ اندر جا کر دریا یافت کرو۔ میں نے جا کر اپنی  
زوج اللغات سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ پڑے پڑے ہوتا چاہیے اس کے بعد مولانا مدوح نے  
بھی تصحیح فرمائی۔

مجھے یاد ہے کہ کئی موقعوں پر میں نے مرحومہ سے کہا کہ فلاں لفظ جو تم بولتی ہو صحیح نہیں کیونکہ یہ  
فلاں قاعدے کے خلاف ہے۔ اس کا جواب انہوں نے ہمیشہ یہی دیا کہ قاعدہ و قانون آپ اپنے پاس  
دیکھیے۔ یہ لفظ اس لیے صحیح ہے کہ میں یوں ہی بولتی ہوں۔ میری زبان قاعدے قانون سے نہیں بنی ہے۔  
بلکہ قاعدے قانون میری زبان سے بنتے ہیں۔ یہاں آکر میرے پاس لا جوابی کے سوا اور کوئی جواب نہیں  
ہوتا تھا۔ میں نے انکی کئی باتوں کو تسلیم نہیں کیا۔ اس کے باوجود ماہنامہ مہرِ نمرود (کراچی) کی اس بات  
سے اتفاق ہے کہ مرحومہ کو اردو زبان میں درجہ استناد حاصل تھا۔

#### ادبی لطیفہ

مرحومہ کے بعض ادبی لطیفے بھی خوب ہوتے تھے۔ ایک بار وہ کوئی مصنفی دو ابھاری تھیں میں  
نے کہا اس میں نیم کی چٹان بھی شامل کرلو۔ کہنے لگی یہ آپ کہاں سے نیم حکیم بن کر چک پڑے؟  
ایک بار لکھنؤ میں ڈاکٹر عبدالعلی صاحب (ناظم ندوۃ العلماء) نے انہیں بتایا کہ بکری کا کچا دل  
پیش کر لی لیا کرو۔ مرحومہ نے برجستہ کہا۔ اس سے تو بڑا دل بن جانے کا بھی خطرہ ہے۔

مولانا عزیز الدین ندوی کی شادی شرف النساء سے ہوئی۔ مرحومہ نے مجھ سے کہا کہ میں  
ایک رومال کا ڈھری ہوں وہ انہیں میری طرف سے تحفے میں دے دیجیے گا۔ اس میں صرف ایک  
مصرعہ کاڑھتا چاہتی ہوں۔ میں نے پوچھا کون سا مصرعہ؟ کہنے لگیں: "مگر قبول افند زہے عز و شرف"۔  
میں مصرعے کے اس انتخاب پر پھڑک اٹھا۔

لائل پور سکونت روزہ "المنہر" نے مرحومہ کی تعزیت کرتے ہوئے صحیح لکھا تھا کہ۔۔۔ محمد جعفر  
کی ساری زندہ دلی اور شگفتگی مرحومہ ہی سے دم سے قائم تھی۔

#### فتوے کی اصلاح

سب سے زیادہ قہج مجھے اس وقت ہوا جب مرحومہ نے میرے ایک فتوے کی اصلاح کی۔  
وہیں کیور تھلے میں ایک قہجہ موت کے (شوہر مرنے کے زیادہ سال بعد) بچہ پیدا ہوا۔ مجھ سے پوچھا گیا  
کہ حلالی ہے یا حرامی؟ میں نے اسکی پرکھ دیا کہ حرامی ہے۔ چونکہ پھر خیال آیا کہ عورتوں کا معاملہ ہے ذرا

نادان دل کو مرگ کا اب تک یقین نہیں علامہ جعفر شاہ ندوی پھلواہری  
اپنی بیوی سے بھی پوچھ لوں۔ مرحومہ نے کہا آپ کا فتویٰ بالکل غلط ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ شوہر کے  
مرنے کے ڈیڑھ سال بعد جو بچہ پیدا ہو وہ لازماً حرامی ہو۔ ہوتا یہ ہے کہ بعض اوقات روتے دھونے یا ہاتھ  
پاؤں جھٹکنے سے خون جاری ہو جاتا ہے اور بچے کی پرورش نہیں ہو پاتی لیکن وہ عجم محفوظ رہتا ہے اور جب  
خون بند ہو کر اسے غذا ملنے لگتی ہے تو اس کی پرورش شروع ہو جاتی ہے اور وہ بالکل حلالی بچہ ہوتا ہے۔ جو  
بہت دلوں کے بعد جو پیش آ جاتا ہے۔ پھر کہا: یوں حرامی ہونے کا امکان تو اس وقت بھی ہے جب کہ  
شوہر زندہ ہو لیکن شوہر کی وفات کے نہت دلوں کے بعد پیدا ہونا حرامی ہونے کی دلیل بالکل نہیں۔ اس  
کے بعد مرحومہ نے کئی مثالیں دیں۔ ایک مثال خود اپنے گھر کی ایک خادمہ (امید) کی دی اور کہا کہ اس کی  
پاکدامنی پر اوٹنی سے اوٹنی شہد بھی نہیں کیا جاسکتا اور اس کے شوہر کے مرنے کے کوئی دو یا ڈھائی سال بعد  
بچہ ہوا۔

میرے لیے مرحومہ کی یہ تقریر بالکل نئی اور انوکھی تھی اس لیے یہ مسئلہ میرے حافظے سے بالکل  
غائب ہو چکا تھا۔ میں نے شرح وقایہ نکال کر دیکھنا شروع کیا۔ اس کے حاشیے پر یہ مسئلہ موجود تھا اور یہ بھی  
لکھا تھا کہ ضحاک اور عبدالعزیز بلاشبہ چار سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ اہل حدیث حمل چھ ماہ ہے اور اکثر  
حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک دو سال تک ہے۔ لیث بن سعد کے نزدیک تین سال،  
امام شافعی کے نزدیک چار سال اور زہری کے نزدیک سات سال ہے۔ اس کے بعد میں نے مزید تحقیق  
شروع کی تو اس نتیجے پر پہنچا کہ فقہاء کو زیادہ سے زیادہ حدیث کی مثال سات سال کی مل سکتی ہے لیکن واقعہ یہ  
ہے کہ اس سے زیادہ حدیث بھی ہو سکتی ہے۔ وہاں کی ایک ہوشیار لیڈی ڈاکٹر "میر اوٹنی" نے بتایا کہ بارہ  
سال تک کاسرطیحتیت تو میں دے سکتی ہوں۔ ایک اور صاحب نے بتایا کہ کلکتہ ہائی کورٹ کا ایک فیصلہ بھی  
بارہ سال کی تائید کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

غرض میں نے اپنا فتویٰ فوراً بدل دیا کہ جب تک کوئی قوی ترین شہادت اس کے خلاف  
موجود نہ ہو یہ بچہ حلالی ہوگا۔ اور محض اتنی بات کہ شوہر کی وفات کے ڈیڑھ سال یا اس سے زیادہ مدت کے  
بعد بچہ پیدا ہوا ہرگز اس کے حرامی ہونے کی دلیل نہیں۔ مجھے اس ٹھوکر سے بچانے والی وہ مرحومہ تھی جو محض  
اردو زبان ہی کی نہیں بلکہ فقہ کی بھی استانی ثابت ہوئی۔

#### علمی ماحول

مرحومہ کو اشعار اس قدر یاد تھے کہ بیسیوں موقعوں پر جب کوئی مصرعہ یا پورا شعر یا کوئی لفظ میں  
بھول گیا تو میں نے انہیں سے دریافت کیا۔ مرحومہ ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں یعنی ان کی والدہ